© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اشارات

ایک مومن و مسلم کے طرزِ فکر اور سیرت و کردار میں بعض دوسرے امتیازات کے علاوہ ایک نمایاں صفت یہ بھی پائی جاتی ہے کہ وہ کبھی بھی یاس و قنوط کا شکار نہیں ہوتا۔ دنیا کی اس جنگاہ میں وہ بعض اوقات شکست تو کھا سکتا ہے لیکن یہ شکست نہ تو اُس کی ہمت کو پست کر سکتی ہے اور نہ اُس کے ارادوں کو مضمحل ہی کرنے میں کامیاب ہوتی ہے بلکہ اس کے برعکس یہ انہیں قوت و طاقت فراہم کر کے مضبوط سے مضبوط تر بناتی ہے۔ وہ حالات و واقعات کی نامساعدت سے فطری طور پر متاثر تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس سے مفتوح و مغلوب نہیں ہوتا۔ وہ گر کر سنبھلتا ہے، پٹ کر ہنستا ہے، چوٹ کھا لینے کے بعد نہ صرف اُسے برداشت کرتا ہے بلکہ مستقبل میں اس قسم کے حادثہ سے بچنے کے لیے مؤثر تدابیر اختیار کرتا ہے اور اس طرح اس کارگہِ حیات میں مخالفتوں اور مخاصمتوں کے علی الرغم ہمیشہ ہمت آزما رہتا ہے۔ ایک مسلمان درحقیقت ایک ایسا چراغ ہے جس کی زندگی کی لَو رجائیت اور امید کے روغن سے جلتی ہے۔ اس کو نہ غیر مساعد حالات کے تند و تیز جھونکے گُل کر سکتے ہیں اور نہ مخالفت کی آندھیاں اور مصائب و آلام کے تھپیڑے اسے بجھانے میں کامیاب ہوتے ہیں بلکہ جس نسبت سے مخاصمتوں کے جھکڑ تیز ہوتے ہیں اسی تناسب سے اس چراغ کی روشنی بھی تیز تر ہوتی چلی جاتی ہے۔

مسلمان کے فکر و عمل کی یہ کیفیت کسی قسم کے رواقی فلسفہ کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ اس بنیادی تصورِ حیات کے رُخِ زیبا کا ایک ہلکا سا عکس ہے جو ایک خدا پر ایمان لانے والا شخص اس کائنات کے بارے میں اختیار کرتا ہے۔ ایک بے خدا آدمی کے نزدیک کائنات کی اصل حقیقت مادہ ہے جو جواہر کے مجموعہ سے عبارت ہے، جن کی تشریح صرف طبیعیات کے اصولِ موضوعہ کے ذریعہ ہی کی جا سکتی ہے۔ اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عالم میں جو کچھ موجود ہے وہ انہیں لگے بندھے ضابطوں کا پابند ہے۔ دنیا کے حالات و واقعات کسی بلند و بالا ہستی کی مصلحتوں کا نتیجہ نہیں اور نہ کوئی قوتِ حیات ایسی موجود ہے جو مادہ پر کسی قسم کا اثر ڈال سکے کیونکہ مادہ بذاتِ خود اس کائنات کی علتِ اولیٰ ہے۔ اس طرزِ فکر سے یہ نتیجہ بآسانی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان اس کائنات کے وسیع و عریض کارخانہ میں ایک عارضی اور اتفاقی شے ہے جو مادہ کی اندھی قوتوں کی تخلیق اور اس کی کرشمہ سازیوں کا محض ایک غیر متعلق تماشائی ہے۔ اُس کی خواہشات اور تمنائیں خواہ کیسی ہی مقدس اور پاک ہوں، بہر حال ہیں مادی۔ اُس کے عزائم اور مقاصد خواہ کتنے ہی ارفع و اعلیٰ ہوں لیکن اُن کی تہ میں کارفرما قوت صرف مادّی ہے۔ وہ غلطی سے اپنے آپ کو اس کائنات کا مرکز سمجھتا ہے لیکن یہ اس کی ابلہ فریبی ہے۔ اُس کی اصل حقیقت اس کائنات میں مادّی قوتوں کے ہاتھ میں ایک بے بس کھلونے کی سی ہے۔ اُس کے افکار و تصوّرات، اُس کے اعمال و افعال سب مادہ ہی کے آفریدہ ہیں اور اس لیے اس کا مقدر بھی مادّہ کی کارفرمائی پر منحصر ہوتا ہے۔ اس اندازِ فکر کا ایک بالکل قدرتی اثر جو انسانی زندگی پر مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ انسان کے فکر کی پرواز اور اُس کے عمل کی تگ و تاز صرف اس آب و گِل کی حد بندیوں تک محدود ہو۔ اگر مادّی حالات موافق نظر آئیں تو وہ پُر امید ہو کر چل پڑے لیکن اگر عالمِ اسباب اس سے آنکھیں پھیرتا ہوا دکھائی دے تو فوراً مایوس ہو کر بیٹھ جائے۔

اس تصورِ حیات کے برعکس چونکہ ایک خدا پرست کائنات کے متعلق ایک بالکل دوسرے نقطۂ نظر کا حامل اور داعی ہے اس لیے مادّی حالات اور دنیاوی اسباب و وسائل کے بارے میں بھی اُس کا طرزِ فکر ایک بے خدا شخص سے بالکل الگ اور جداگانہ ہے۔ اُسے یہ بات تو تسلیم ہے کہ اُس کے مادّی وجود کا تانا بانا عناصرِ طبعی کے مجموعہ سے عبارت ہے لیکن وہ اسے ماننے کے لیے تیار نہیں کہ وہ بھی زمان و مکان کے تقیدات کا اسی طرح پابند ہے جس طرح کہ جمادات اور نباتات ہیں۔ شعور و آگہی کی نعمت سے سرفراز ہونے کے بعد وہ کبھی اس چیز کو باور نہیں کر سکتا کہ یہ کائنات صرف مادّی اسباب و مؤثرات کا وسیع اور پیچیدہ طلسم ہے اور اس نظامِ تکوینی کے پرے کوئی ایسی ذات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں جس کی منصوبہ بندی کی یہ ساری کائنات رہینِ منت ہے۔ وہ اپنے اردگرد پھیلی ہوئی مادی دنیا کو سمجھنے سے کہیں زیادہ اس حقیقتِ کبریٰ کا کھوج لگانے کے لیے بے قرار رہتا ہے جس کو جاننے اور ماننے بغیر اس کا اپنا وجود ہستی کی وسعتوں میں بے معنی ہے اور جس کے دیئے ہوئے ضابطۂ حیات کو اپنائے بغیر اس کی ذات کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ وہ اس نظریہ کو یکسر باطل سمجھتا ہے کہ فطرت کی ساری رنگا رنگی محض بخت و اتفاق سے طبیعی اور کیمیاوی قوتوں کے عمل سے معرضِ وجود میں آگئی ہے اور انسانی شعور سے اس کا تعلق اور ربط محض اتفاقی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے نزدیک اس کائنات کی قدر و قیمت میں ایک حقیقت ہے جس کا ماخذ و منبع ذاتِ باری ہے، جو اقدار کا سرچشمہ ہے۔ اور جس کی مشیت اس ساری کائنات پر حاوی ہے۔ یہ مظاہرِ قدرت نہ صرف اُس کے وجود کی زندہ شہادت ہیں بلکہ اس کے ارادہ کے پابند بھی ہیں

اس تصورِ حیات کو اپنا لینے کے بعد انسان کے اندر اس غلط خیال کی خود بخود بیخ کنی ہو جاتی ہے کہ وہ مادی حالات و وسائل کے سامنے بے بس اور مجبور ہے اور اُس کا ماحول بالکل میکانکی طور پر اُسے بھیڑ بکریوں کے گلہ کی طرح جس طرف چاہے ہانک کرلے جا سکتا ہے۔ خالقِ کائنات پر ایمان اس کے اندر نہ صرف خود اعتمادی پیدا کرتا ہے بلکہ اُس کے دل و دماغ میں اس خیال کی بھی تخم ریزی کرتا ہے کہ وہ کائنات کا شاہکار اور اُس کا مرکز و محور ہے۔ وہ اگرچہ رہتا تو مادی دنیا ہی میں ہے لیکن وہ خود کو اس کی جکڑ بندیوں کا اسیر اور غلام نہیں سمجھتا بلکہ ہمیشہ مشیتِ الٰہی کا پابند خیال کرتا ہے۔ وہ پھر مادی ماحول کے سامنے سپر ڈالنے کی بجائے اس کے خلاف صف آرا ہوتا ہے اور اُن موانع پر قابو پانے اور تسخیر کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس پر طبیعی قوانین نے عائد کیے ہیں اور اس طرح اس آب و گل کی دنیا میں اپنے مالک کے منشا اور رضا کے مطابق تصرف کرنا سیکھتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے وہ نہ صرف کائنات کی دوسری منفعل ہستیوں سے سربلند اور ممتاز ہوتا ہے بلکہ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ اس کے اندر خود بخود ایک شانِ استغنا پیدا ہوتی ہے جو اُسے پیمانۂ امروز و فردا سے بے نیاز بنا دیتی ہے۔ اب اُس کے فکر و عمل کی جولانگاہ حواس اور حیات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی دنیا ہی نہیں رہتی بلکہ اُس کی زد میں وہ مقامات بھی آ جاتے ہیں جنھیں لوگ عام طور پر ماورائے سرحدِ ادراک سے تعبیر کرتے ہیں۔ زمان و مکان پھر اُس کے مالک اور مختار بننے کی بجائے اُس کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں اور دورِ آفاق اپنی رفتار کے پیچ و خم کو اُسی کے اشارۂ ابرو کے مطابق متعین کرتا ہے۔

جس شخص کی نظر اسباب کی بجائے مسبب الاسباب پر ہو اور جو اس بدیہی حقیقت کو دل و جان سے قبول کرے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے وہ سب اُسی ایک ذات کی کرشمہ سازی ہے، اور اُسی ایک کا ارادہ اور اختیار سب پر حاوی ہے، تو وہ بالکل فطری طور پر دنیا کے مال و متاع کو وہ اہمیت نہیں دیتا جو ایک دنیا پرست دیتا ہے۔ اس لیے وہ مادّی حالات کی موافقت یا نامساعدت دیکھنے کی بجائے اِس بات کو معلوم کرنے کی فکر کرتا ہے کہ کیا اُس کا خالق و مالک اُس سے راضی ہے یا نہیں۔ جب اُسے ایک بار اس امر کا یقین ہو جائے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کی رضا اور منشا کو پورا کر رہا ہے، تو پھر نہ تو وسائل و اسباب کی کمی اس کے حوصلوں کو پست کرتی ہے اور نہ مخالفتوں کا سیلاب ہی اُس کے ارادوں کو شل کرتا ہے۔ وہ دنیا کی اس رزم گاہ میں بے تیغ بھی لڑ جانے کی جرأت رکھتا ہے، وہ بڑے بڑے جباروں اور قہاروں کے مقابلے میں اس بیباکی سے اترتا ہے جیسے کہ اُن کی حیثیت اس کے نزدیک پرِ کاہ کے برابر بھی نہیں، وہ آگ کے الاؤ میں اس اعتماد کے ساتھ کودتا ہے کہ خود اس کی اپنی عقل بھی اُس کی اس جسارت پر حیران و ششدر رہ جاتی ہے، وہ بڑے بڑے ہولناک حالات میں گھر کر بھی اس طرح پُرسکون اور مطمئن رہتا ہے گویا کہ اُس کے سامنے کچھ ہے ہی نہیں۔ اُس کی راہ میں نہ تو صحراؤں کی وسعتیں حائل ہوتی ہیں، نہ پہاڑوں کی بلندیاں۔ وہ سمندر کی موجوں سے بڑی بے پروائی کے ساتھ کھیلتا ہے۔ غور کیجیے کہ آخر اس جرأتِ رندانہ، اس زبردست اعتماد اور اس لازوال اطمینان کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اس راز سے پوری طرح آشنا ہے کہ یہ سب چیزیں اُس کے آقا کے اُسی طرح اختیار میں ہیں جس طرح کہ خود اُس کی اپنی جان ہے۔ وہ جب چاہتا ہے چشم زدن میں سمندر کا سینہ چاک کر دیتا ہے۔ وہ بڑے بڑے لشکروں کو چڑیوں کے غول بھیج کر تباہ کروا دیتا ہے اور جب ارادہ کرتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو صنم خانوں سے کعبہ کے پاسباں اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دنیا کے سارے اسباب و وسائل تنہا اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں اور ان سب پر اُسی کا حکم چلتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کو ماحول کی سازگاری دیکھنے کی بجائے اپنے مالک کو راضی کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ وہ اگر راضی ہے تو پھر سارے جہاں کی مخالفت بھی اُس کا بال تک بیکا نہیں کر سکتی اور اگر وہ ناراض ہے تو پھر اس دنیا کے سارے اسباب اُس کے کسی کام نہیں آسکتے بلکہ اُس کے لیے مضر اور نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہی وہ اصل وجہ ہے کہ ایک مسلمان مال و متاع جمع کرنے کی بجائے اپنے مالک کی رضا ڈھونڈتا ہے اور انتہائی ناسازگار حالات میں بھی یاس و قنوط میں مبتلا ہونے نہیں پاتا۔

آئیے اب یہ دیکھیں کہ قرآنِ پاک اس حقیقت کو کس طرح ذہن نشین کراتا ہے:

اس نقطۂ نظر سے اگر تعلیماتِ الٰہی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اُس نے ذہنِ انسانی میں اس تصور کی آبیاری کرنے کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ہیں۔

وہ سب سے پہلے ایجابی طور پر انسان کے دل میں اس خیال کو راسخ کرتا ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والا پروردگارِ عالم ہے اور یہاں صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (الاعراف۔ رکوع ۷)

درحقیقت تمہارا رب وہ اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا۔ پھر اپنے تختِ سلطنت پر متمکن ہوا۔ جو رات کو دن پر ڈھانک دیتا ہے اور پھر دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے جس نے سورج اور چاند اور تارے پیدا کیے۔ سب اس کے فرمان کے تابع ہیں۔ خبردار رہو، اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر۔

الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ

وہ ذات جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيْرًا ۝ (الفرقان - ۱)

سلطنت میں کوئی اس کا شریک ہے۔ اُس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے اور پھر اُس کے لیے ایک اندازہ ٹھیرا دیا ہے۔

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (الکہف - ۴)

اُس کے سوا بندوں کا کوئی ولی و سرپرست نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا۔

حکم اسی اللہ کا ہے جو بزرگ و برتر ہے۔ وہی تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے آسمان سے رزق اتارتا ہے۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ (الزمر - ۵)

آسمان وزمین کی بادشاہت اسی کی ہے، پھر اسی کی طرف تم پلٹائے جاؤ گے۔

یہ سب آیات اس حقیقت کی آئینہ دار ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا صرف خالق ہی نہیں بلکہ آمر اور حاکم بھی ہے۔ اُسی کا حکم اس کائنات کے گوشے گوشے میں چلتا ہے اور اُسی کی مشیت اور ارادہ کے تحت یہاں سب کچھ ہو رہا ہے۔

اس بات کو ذہن نشین کرانے کے بعد کہ اس دنیا میں صرف خالقِ کائنات ہی ہر چیز کا مالک و مختار ہے اور اسی کا حکم سب پر حاوی ہے، قرآن پاک اپنے ماننے والوں سے اس چیز کا مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں صرف اُسی ذات پر اعتماد اور بھروسا کریں۔ جب ہم اس معاملہ پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مطالبہ دراصل اللہ پر ایمان کا بالکل قدرتی نتیجہ ہے۔ جب ایک شخص یہ مان لے کہ اس کا خالق اور مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اُس کے قبضۂ قدرت میں زندگی کی ہر چھوٹی بڑی چیز ہے تو اس کے اس ایقان کا بالکل قدرتی تقاضا یہ ہے کہ وہ تنہا اسی ایک ذات پر توکل کرے چنانچہ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر اس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ (فرقان ۵) اسی زندہ ہستی پر بھروسا کرو جس کو موت آنے والی نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۔ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (آلِ عمران - ۱۷)

جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسا کرو۔ اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسے پر کام کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو۔ پس اہلِ ایمان کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

جو اللہ پر بھروسا کرے گا تو وہ اُس کو کافی ہو گا۔

نبی اکرم سے جو دعائیں مروی ہیں وہ بھی اس حقیقت کی شاہد ہیں کہ حضور ذات باری تعالیٰ پر بھروسے اور اعتماد کو ایمان کا جزوِ لاینفک سمجھتے تھے۔ سرکارِ دو عالم کی لاتعداد دعائیں انہیں احساسات کی ترجمانی کرتی ہیں

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ ﷺ کان یقول۔ اللّٰھم لک اسلمت وبک امنت وعلیک توکلت والیک انبت والیک خاصمت، اللّٰھم اعوذ بعزتک لا الٰہ الا انت ان تضلنی، انت الحی الذی لا تموت، والجن والانس یموتون۔

اے اللہ! میں نے تیرے ہی سامنے سر جھکایا اور تجھی پر ایمان لایا اور تیرے ہی اوپر بھروسا کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی خاطر جھگڑا کیا۔ اے اللہ میں تیری عزت کی پناہ چاہتا ہوں، کوئی معبود تیرے سوا نہیں، تو مجھے بھٹکتا نہ چھوڑ دے تو زندہ ہے کبھی نہ مرے گا، جن اور انسان سب مر جائیں گے۔

اسی طرح سونے کے وقت کی دعا بھی اسی قسم کے جذبات سے لبریز ہے:

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اپنے بستر پر آؤ تو کہو۔

اللّٰھم اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک، وفوضت امری الیک والجات ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک

اے اللہ: میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالہ کر دیا، اور اپنا رُخ تیری طرف موڑ لیا، اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کیا، اور اپنی پیٹھ تیرے سہارے لگا دی، میری رغبت

© rasailojaraid.com